چوتھا مرثیہ عنوان **کربلا**

مطلع : آج بھی سرچشمۂ فکر و عمل ہے کربلا

بند: ۶۸

تصنیف: ۱۹۹۳ء

شُروع ماہِ مُحرَّم ہوا حُسینؑ حُسینؑ
زباں پہ آگیا بےساختہ حُسینؑ حُسینؑ
جو چاہتے تھے عَزائے حُسینؑ مِٹ جائے
وہ سَب فنَا ہوئے باقی رَہا حُسینؑ حُسینؑ

۱

آج بھی سرچشمۂ فِکر و عَمَل ہے کربلا
جس کا حل مشکل ہو، اُس مشکل کا حَل ہے کربلا
اک نمونہ بہرِ اقوام و مِلَل ہے کربلا
آمروں کی موت، شاہوں کی اَجَل ہے کربلا
یہ حُسینؑ ابن علیؑ کا آخری اقدام ہے
اور اسی اقدام سے باقی خدا کا نام ہے

۲

کربلا ہے حُسنِ اَفکارِ حسینؑ ابنِ علیؑ
کربلا ہے عکسِ کِردارِ حسینؑ ابن علیؑ
کربلا ہے زِندہ شہ کارِ حسینؑ ابن علیؑ
کوئی دیکھے تو یہ آثارِ حسینؑ ابن علیؑ
کی طہارت قلب کی، ذہنوں کو طاہر کردیا
اس نے مفہومِ شکست و فتح ظاہر کردیا

۳

کربلا ہے ایک اِقدامِ شعور و آگہی
کربلا ہے ایک ہنگامِ شعور و آگہی
کربلا ہے ایک اِنعامِ شعور و آگہی
کربلا ہے ایک پیغامِ شعور و آگہی
اقتدارِ ظلم میں مظلوم کی دم ساز ہے
حشر تک باقی رہے گی جو وہی آواز ہے

۴

نازشِ انسانیت ہے افتخارِ کربلا
جس کے غم سے آج قائم ہے شعارِ کربلا
لال ہے جس کے لہو سے لالہ زارِ کربلا
وہ حسینؑ ابنِ علیؑ وہ اعتبارِ کربلا
ڈوبتی کشتی نکالی دین کی منجدھار سے
کاٹ دی تلوار جس نے موجِ خوں کے تار سے

۵

ہے کم اصلوں ہی کی سازش کا نتیجہ کربلا
تھی خبر جس کی سقیفہ ، وہ ضمیمہ کربلا
اک فریضہ ، ایک مقصد ، ایک جادہ کربلا
ایک معزز جینے مرنے کا سلیقہ کربلا
حق کو باطل پر نویدِ کامرانی اس نے دی
جاں بلب تھا دیں ، حیاتِ جاودانی اس نے دی

٦

بات یہ انصاف کی روشن ہوئی مثلِ شفق
خون سے رنگین کر کے کربلا کا ہر ورق
دے دیا نسلِ ابوطالبؑ نے دنیا کو سبق
ہر کوئی رکھتا نہیں ہے ہر کسی منصب کا حق
سنتے ہیں کہ اصل سے کوئی خطا ہوتی نہیں
اور کسی کم اصل میں خوئے وفا ہوتی نہیں

۷

آج اگر زندہ نہ ہوتی داستانِ کربلا
ظلم مظلوموں کی لاشوں سے سمندر پاٹتا
دَہر میں عزت سے جینے کا نہ ہوتا حوصلہ
لوگ بھی گھبرا کے طاقت ہی کو کہہ دیتے خُدا
زورِ ظلم و زعم ، طاقت ہو فنا تیرے بغیر
یہ کبھی ممکن نہیں تھا کربلا تیرے بغیر

۸

ناتواں افراد کو جینے کی ہمّت اِس نے دی
بے نوا انساں کو گویائی کی قوّت اس نے دی
پیشِ حاکم بے کسوں کو اِستقامت اس نے دی
دستِ بیعت خواہ شل کرنے کی طاقت اس نے دی
سارے مظلوموں کی دنیا میں یہی غم خوار ہے
جو بھی اس کشتی میں بیٹھا ، اُس کا بیڑا پار ہے

۹

خود چمن ہے ، خود ہی گُل ، ہے خود کلی ہے کربلا
جنگ میں بھی موجِ صُلح وآشتی ہے کربلا
ایک دن کی وُسعتوں میں ، اک صدی ہے کربلا
موت گھبراتی ہے اِس سے ، زندگی ہے کربلا
موت کی تاریک راہوں میں ہے اک نورِ حیات
جینے والوں کو دیا ہے اس نے دستورِ حیات

۱۰

کربلا تاریخ ہے ، آئین ہے ، دستور ہے
واقعہ ہے ، جنگ ہے ، تحریک ہے ، منشور ہے
جبرِ سُلطانی نہیں ہے ، طاقتِ جمہور ہے
اختیارِ شاہ اس کے سامنے مجبور ہے
جب ضرورت ہو تو تلواریں علم کرتی ہے یہ
ظلم کے ہاتھوں کو پہنچوں سے قلم کرتی ہے یہ

۱۱

تُندیٔ طوفاں کو کردیتی ہے ساحل آج بھی
ناتوانوں کو دکھادیتی ہے منزل آج بھی
ہاتھ خالی جا نہیں سکتا ہے سائل آج بھی
نام سے اس کے دہل جاتا ہے باطل آج بھی
اس کی رو میں روزوشب ہیں فردِ ماہ وسال ہے
کربلا ماضی ہے ، مستقبل ہے ، عہدِ حال ہے

۱۲

بے عمل لوگوں کو ترغیبِ عَمَل دیتی ہے یہ
زندگی کو زندگی کا ماحَصَل دیتی ہے یہ
عُقدہِ لاَحل ہو گر کوئی تو حَل دیتی ہے یہ
زندگی عزت کی ، عزت کی اجَل دیتی ہے یہ
درسِ عزمِ کربلا کو جو بھلا سکتا نہیں
اُس کی پیشانی کوئی آمر جھکا سکتا نہیں

۱۳

ساری راہوں میں یہی راہِ عمل ہے انتخاب
جو عمل پیرا ہو اس پر بس وہی ہے کامیاب
کربلا ہے مکتبِ انسانیت کی وہ کتاب
بابِ شہرِ علم کی پائی ہے جس نے آب ، تاب
ایک قربانی برائے نوعِ انسانی ہے یہ
صرف قربانی نہیں ، معراجِ قربانی ہے یہ

۱۴

کربلا ایثار و قربانی کی اک ترغیب ہے
ایک طرزِ فکر ہے ، اخلاق کی تہذیب ہے
ذہن کی تطہیر ہے ، تدبیر ہے ، ترتیب ہے
اہلِ باطل کے لیے تنبیہ ہے ، تادیب ہے
یہ عَلَم وہ ہے جسے کوئی جھکا سکتا نہیں
اس سے ٹکرا کے دشمن سر اٹھا سکتا نہیں

۱۵

کربلا کی ضو سے روشن ہے شبستانِ حیات
یہ حدیثِ زندگانی ہے ، یہ قرآنِ حیات
بند ہو جاتی ہے جب ہر راہِ امکانِ حیات
موت کے بھونچال میں لاتی ہے سامانِ حیات
حق نما ہے ، حق نگر ہے ، باعثِ تبریک ہے
جس کا مستقبل ہے تابندہ یہ وہ تحریک ہے

۱۶

کربلا کا ذکر ہے شمعِ شبستانِ ادب
جگمگاتا ہے اسی سے آج ایوانِ ادب
کربلا کا ذکر کرتے ہیں جو خاصانِ ادب
استفادہ کر رہے ہیں خوشہ چینانِ ادب
اک پیامِ زندگی دیتی ہے سب کو کربلا
مرثیہ سے زندہ رکھتی ہے ادب کو کربلا

۱۷

آج ہر صنفِ سخن میں کربلا کا رنگ ہے
مرتضیٰؑ و مصطفیٰؐ و کبریا کا رنگ ہے
جانثاروں کا ، شہیدانِ وفا کا رنگ ہے
حُسن ہے ان میں قیامت کا ، بلا کا رنگ ہے
اک تمدّن چاہیے اب کربلا کے نام کا
تاکہ پھر سے بول بالا ہو سکے اسلام کا

۱۸

آج تک اپنے اثر میں بے بَدَل ہے کربلا
وقت کے تالاب میں گویا کنول ہے کربلا
بے مَحل ممکن نہیں تھی ؛ برمَحل ہے کربلا
اس لیے تو بعدِ صفین وجَمل ہے کربلا
مسئلوں کا اک مثالی حل جو نیک انجام ہے
ختمِ حجت ہے، یہ حق کا آخری اقدام ہے

۱۹

کربلا تاریخِ انسانی کا نقشِ لاجواب
جیسے بیہڑ سے بیاباں میں کوئی شاخِ گلاب
نور کا وہ دشت جس کا ذرّہ ذرّہ آفتاب
اس میں قاسمؑ کا لڑکپن، اس میں اکبرؑ کا شباب
چودہ صدیوں کی زبانوں پر جو زندہ باد ہے
کربلا وقت ومکاں کی قید سے آزاد ہے

۲۰

فکر کے ایوان میں اللہ اکبر، کربلا
وقت کے ہیجان میں اللہ اکبر، کربلا
جنگ کے میدان میں اللہ اکبر، کربلا
موت کے طوفان میں اللہ اکبر، کربلا
کشتیِٔ ایماں کو رُکنے ہی نہیں دیتی کبھی
پیشِ باطل حق کو جھکنے ہی نہیں دیتی کبھی

۲۱

کربلا مظلوم کو قدرت کا اک انعام ہے
نام ہی سے اس کے باطل لرزہ براندام ہے
صبح مظلوموں کی ہے اور ظالموں کی شام ہے
کربلا کی اِس صِفت کا نام ہی اسلام ہے
گردنِ باطل کی شہ رگ سے لہو پیتی ہے یہ
موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جیتی ہے یہ

۲۲

کربلا اب بھی غُرورِ خُسرَوی پر ضرَب ہے
اقتدار و حاکمیت سے مسلسل حرَب ہے
سطوتِ باطل پہ طاری اضطرابِ کرَب ہے
آج بھی اس کے اثر میں شرق ہے اور غرَب ہے
کربلا کے سامنے شاہی سسکتی لاش ہے
ہر یزیدِ وقت کی یہ اک شکستِ فاش ہے

۲۳

نصرتِ مظلوم میں ظالم سے نفرت کربلا
مَسلک قرآن ۔ میں اجرِ رسالت کربلا
ہر کڑی مشکل میں ہے جس کی ضرورت کربلا
نامُساعد وقت میں جینے کی ہمت کربلا
موت کی چھاگل میں آبِ زندگانی کربلا
العطش کہنے لگے دنیا ، تو پانی کربلا

۲۴

کربلا کی فکر دیتی ہے پیامِ انقلاب
صبح وشامِ کربلا ہیں صبح وشامِ انقلاب
اس کے ہی ہاتھوں میں رہتی ہے زمامِ اِنقلاب
کربلا کا نام ہی گویا ہے نامِ انقلاب
بے کس و بے بس کو تلقینِ عمل دیتی ہے یہ
دستِ استبداد کی طاقت کچل دیتی ہے یہ

۲۵

ذرّہ ذرّہ کربلا کا ماہتاب و آفتاب
لا نہیں سکتی ہے دنیا آج بھی اس کا جواب
راستوں میں زندگی کے ہے یہی راہِ صواب
نقش ہیں اس کی زمیں پر پائے ابنِ بوتراب
سجدۂ شبیرؑ کی حامل نمازِ کربلا
وہ حدِ توفیقِ انساں ہے فرازِ کربلا

۲۶

آب کی بندش میں دریا کی روانی کربلا
حق کا باطل پر یقینِ کامرانی کربلا
چودہ صدیوں نے کہی جس کی کہانی کربلا
کمسنی ، طفلی ، ضعیفی اور جوانی کربلا
سال وسنِ کی دوریاں حائل ہیں اور سب ایک ہیں
کربلا جس میں بہتّر دل ہیں اور سب ایک ہیں

۲۷

تشنگانِ جوئے حق کو آبِ زم زم کربلا
معرفت حاصل ہو تو شبیرؑ کا غم کربلا
یہ دلِ پُرسوز اور یہ چشمِ پُرنم کربلا
دور کیوں جاتے ہو یہ مجلس ، یہ ماتم کربلا
کربلا کے ذکر سے پہنچا پیامِ انقلاب
اہلِ دل بڑھنے لگے پی پی کے جامِ انقلاب

۲۸

توڑ دے پندارِ شاہی کو یہ تھی کس کی مجال
فوج کی اور اسلحہ کی کوئی طاقت تھی نہ مال
جوں ہی اپنائی ذرا سی کربلا کی چال ڈھال
انقلاب ایسا ہوا برپا نہیں جس کی مثال
ظلم کے دریا کا دھارا اور بہہ سکتا نہ تھا
تختِ شاہی اس کی زد میں آکے رہ سکتا نہ تھا

۲۹

کربلا کے ذکر نے راہِ عمل ہموار کی
ملتِ خوابیدہ جو غفلت میں تھی بیدار کی
باعمل ماؤں نے پھر اک نسل وہ تیار کی
بن گئی جو کم سِنی میں روشنی کردار کی
تھا جو ناممکن ، ہوا ممکن قیامِ انقلاب
کربلا بردوش جب آیا ، امامِ انقلاب

۳۰

سب نے دیکھا ہے ابھی اِسلام کا وہ انقلاب
ساری دنیا میں ہے جس کی روشنی کی آب وتاب
کربلا کی راہ کا جو بھی کرے گا انتخاب
اہلِ ایراں کی طرح وہ بھی رہے گا کامیاب
توڑسکتا ہے وہی کبر و غرورِ جاہ کو
اور وہی زنجیر کرسکتا ہے پائے شاہ کو

۳۱

دُشمنِ ایراں یہی جو مغربی اقوام ہیں
دُشمنِ ایران کب ہیں دشمن اِسلام ہیں
سب مسلمانوں پہ ان کے ظلم صبح وشام ہیں
کربلا کے نام سے خائف یہ بدانجام ہیں
آج بھی ہوتی ہے فتحِ حق کی ضامن کربلا
ہو جو ناممکن ، بنا دیتی ہے ممکن کربلا

۳۲

کچھ نہ طاقت کا ، نہ پندارِ اَنا کا فرق ہے
اور نہ کچھ ایران کی آب وہوا کا فرق ہے
کرب سے یہ بات کہتا ہوں ، بَلا کا فرق ہے
کلمہ گو سب ہیں شعارِ کربلا کا فرق ہے
کربلا کا اس زمانے میں اَثر تو دیکھیے
یہ ہزاروں سال کی شب کی سحر تو دیکھیے

۳۳

ہیں عراق و مصر و کویت کے مسائل بھی عجب
امّتِ مرحوم تیرے اور ایسے روزوشب
جو حرم کے پاسباں بنتے ہیں شاہانِ عرب
خود محافظ ان کا امریکا ہے ، امریکا ہے رب
وہ کسی کو بھی کوئی سوغات دے سکتے نہیں
جو بھکاری خود ہوں، وہ خیرات دے سکتے نہیں

۳۴

ہم مسلمانوں کی حالت اَلامَان واَلحَذر
حکمراں اپنے ہیں سب طاغوت کے زیرِ اَثر
سب غُلامِ روس و امریکا ، اسیرِ سیم و زَر
کربلا میں اِن کو اپنی موت آتی ہے نَظَر
کج کلاہوں کی کجی برداشت کرسکتی نہیں
کربلا اِن کو کبھی برداشت کرسکتی نہیں

۳۵

کچھ دُعا کا ہے ، نہ اِن کو بددُعا کا خوف ہے
جو انہیں بالکل نہیں ہے ، وہ خدا کا خوف ہے
حکمرانوں کے دلوں میں کربلا کا خوف ہے
یا بہ الفاظِ دگرِ اپنی فنا کا خوف ہے
جو ابھی تک پیروِ فکرِ امیرِ شام ہیں
ایسے حاکم کربلا سے لرزہ براندام ہیں

۳۶

عارضی لگتا تھا باطل کو دَوامِ انقلاب
اب بھی خاموشی سے جاری ہے خرامِ انقلاب
باعثِ دہشت ہے دشمن کو پیامِ انقلاب
اہلِ باطل لے رہے ہیں انتقامِ انقلاب
کربلا سے جو ملا ہے وہ سبق بھی چھین لیں
چاہتے ہیں ہم سے اب جینے کا حق بھی چھین لیں

۳۷

گردنوں میں ہیں مسلمانوں کی جو ذِلّت کے طوق
جبر و استبداد اور طاغوت کی ہیبت کے طوق
خواہش و حرص و ہوا و دولت وشہرت کے طوق
وہ بھی دن آئے گا جب ٹوٹیں گے یہ لعنت کے طوق
شرط بس یہ ہے کہ ذکرِ کربلا باقی رہے
ذکر سے ذہنوں میں فکرِ کربلا باقی رہے

۳۸

ہیں جہاں پر بھی مسلماں بستۂ آلام ہیں
دل شکستہ ہیں ، شکارِ گردشِ ایام ہیں
سازشیں ان کو مٹا دینے کی صُبح وشام ہیں
جو بظاہر دوست ہیں ، سب دشمنِ اسلام ہیں
جب مَرَض ناسور بن جائے تو مَرہَم کربلا
جب یزید اتنے بہت سے ہوں تو ہَر دَم کربلا

۳۹

خوف کیا ہو ، دھوپ میں سایہ ہے باغِ کربلا
تشنگی دل کی بجھاتا ہے اَیاغِ کربلا
جب بھی دل کے ساتھ رہتا ہے دماغ کربلا
آندھیوں میں خوب جلتا ہے چراغ کربلا
چاند سورج کی ہو یا اپنے ہیے کی روشنی
ماند کردیتی ہے سب کو اِس دیے کی روشنی

۴۰

ہم اکیلے بھی ہوں گر دنیا میں ، تو غم کچھ نہیں
قوتیں باطل کی سب مل کر بھی باہم کچھ نہیں
طاقتِ ایماں ہو تو دینار و درہم کچھ نہیں
کربلا والوں کی نظروں میں یہ عالم کچھ نہیں
موت سے ہم یوں بھی کر لیتے ہیں پیمانِ حیات
جان دے دیتے ہیں ، لے لیتے ہیں میدانِ حیات

۴۱

سب مسلماں بھائی بھائی ، مانتے ہیں یہ بھی سب
پھر مسلمانوں کی آپس میں لڑائی کا سبب
اختلافِ فقہ سے بدلے ہیں کیوں نام و نسب
ایک قرآں ، اِک نبی اور ایک ہی ہم سب کا رب
ہم مُوحِد ہیں تو یہ وحدت بھی آفاقی رہے
کیا ضروری ہے کہ فرقوں میں بھی ناچاقی رہے

۴۲

ہم نے خود اپنے دلوں سے کیا کیا ہے یہ سوال
اُمتِ مرحوم پر کھلتا نہیں کیوں کر مآل
ساری دنیا میں جہاں دیکھو ہمیں پر ہے زوال
کیا کبھی ذہنوں میں آیا کربلا کا بھی خیال
ڈوب کر دریائے خوں میں پار اُترنا سیکھ لو
جینا عزت سے اگر چاہو ، تو مرنا سیکھ لو

۴۳

گر یقیں ہوجائے دُنیا کو بس اتنی بات کا
اب بھی زندہ ہے مسلمانوں میں روحِ کربلا
سازشوں سے باز آجائیں گے سب اہلِ جفا
آنکھ اُٹھاکر ہم کو دیکھے کس کا ہوگا حوصلہ
پھر رواں اربابِ حق کا قافلہ ہوجائے گا
ختم ساری منزلوں کا فاصلہ ہوجائے گا

۴۴

ہم تو بچپن ہی سے ہیں مکتب نشینِ کربلا
اپنی گھٹّی میں پڑا ہے انگبینِ کربلا
بعد کی نسلیں بھی ہوں گی خوشہ چینِ کربلا
یہ یقیں ہے اس طرح جیسے یقینِ کربلا
کربلا کا ، ساری دُنیا کو یہی پیغام ہے
کربلا کوچہ نہیں ہے ، شاہراہِ عام ہے

۴۵

کربلا کے نام لیوا ہی رہینِ جَور ہیں
سب کھٹکتے ہیں انہیں جو بھی ہمارے طَور ہیں
ہیں ہمیں جو ہر گھڑی دنیا کے زیرِ غَور ہیں
مت غلط سمجھو ہمیں ، ہم لوگ ہی کچھ اَور ہیں
حق کی خاطر گھر کا گھر اپنا لٹا دیتے ہیں ہم
اور چراغِ ہستیِ باطل بجھا دیتے ہیں ہم

۴۶

حق کی دولت پاس ہو تو کوئی دولت کچھ نہیں
تم اکیلے بھی ہو تو دنیا کی طاقت کچھ نہیں
فاسق و فاجر کا اظہارِ مسرت کچھ نہیں
ہستیِ باطل ہے کیا، اس کی حقیقت کچھ نہیں
پیشِ حاکم حق بیانی کا سلیقہ یاد ہے
شام کے دربار میں زینبؑ کا خطبہ یاد ہے

۴۷

کربلا کہتی ہے ناحق کوئی سمجھوتہ نہ ہو
کربلا کہتی ہے خود حق دار کو حق جا کے دو
جنگ ہو یا صُلح تم موقف سے اپنے مت پھرو
جنگ کے دوران ہنگامِ نماز آجائے تو
لاکھ حربے ظلم کے وجہِ قضا ہوتے رہیں
موت سَر پر ہو مگر سجدے ادا ہوتے رہیں

۴۸

کربلا کہتی ہے مقصد کی طرف بڑھتے رہو
وقت پڑجائے تو مقصد کے لیے جانیں بھی دو
کربلا کہتی ہے جب بھی ہو اصولی جنگ ہو
اور کسی حالت میں بھی باطل کی بیعت مت کرو
جو بھی ہو سُلطانِ جابر اُس کی بیعت حق نہیں
کربلا کہتی ہے حق طاقت ہے، طاقت حق نہیں

۴۹

دیکھتی کب ہے عَجم کو اور عَرَب کو کربلا
کچھ نہ کچھ حَسَبِ طلب دیتی ہے سَب کو کربلا
چھانٹ لیتی ہے ہر اک عالی نَسَب کو کربلا
روزِ روشن سے بدل دیتی ہے شَب کو کربلا
حُر تو قسمت کا دھنی تھا ہی مگر یہ کون ہے
غالبًا آغوش میں آقا کی لاشِ جون ہے

۵۰

جَون افریقہ کا باشندہ ، وہ اک حبشی غلام
خدمتِ آخر کو جس کی آپ پہنچے ہیں امام
ایک فضہؑ ہیں جنہیں حسنینؑ کرتے ہیں سلام
زینبؑ و کلثومؑ ماں کہہ کر پکاریں صبح وشام
رنگ ونسل وقوم کے سب حل یہاں موجود ہیں
کربلا سے ہٹ گئے تو راستے مسدود ہیں

۵۱

کربلا چھوڑی تو پندارِ اَنا باقی نہیں
زندگی ہے ، زندگی کا وَلولَہ باقی نہیں
اُسوۂ شبیرؑ کی آب و ہَوا باقی نہیں
ہیں رَسوماتِ عزا روحِ عزا باقی نہیں
مشکلیں درپیش ہیں ہم کو تو حل بھی چاہیے
جوشِ ایمانی تو ہے ، جوشِ عمل بھی چاہیے

۵۲

یہ رسوماتِ عزا رستہ تو ہیں ، منزل نہیں
کشتیاں ہیں مجلس و ماتم مگر ساحل نہیں
دل ہیں سینوں میں مگر افسوس سوزِ دل نہیں
کچھ نہیں ہے گر شعورِ کربلا حاصل نہیں
گریۂ و شیون تو ہیں ، مشکل کا حل کچھ بھی نہیں
کربلا کا تذکرہ ہے اور عملَ کچھ بھی نہیں

۵۳

کربلا کی یاد ہے دل میں بہ اندازِ جنوں
یہ جنوں صدیوں سے ہے دل میں ہمارے جوں کا توں
کربلا کے ذکر ہی سے دل کو ملتا ہے سکوں
اِس سے غافل تو نہیں ہیں ، یہ ہے اِک اچھا شگوں
اس شگونِ نیک سے نکلے گا کل کا راستہ
اُسوۂ شبیرؑ پھر ہوگا عمل کا راستہ

۵۴

اُسوۂ شبیرؑ سے روشن ہے راہِ کربلا
مہر و ماہِ زندگی ہیں مہر و ماہِ کربلا
جذبۂ جوشِ عمل پر ہو کُلاہِ کربلا
کیوں ڈرے وہ جس کو حاصل ہو پناہِ کربلا
دشتِ دہشت میں لعینوں کی جفائیں دیکھیے
کربلا کے ایک دن کی کربلائیں دیکھیے

۵۵

پیاس سے بچوں کا خیموں میں مچلنا کربلا
وہ نمازِ عصر ، وہ سورج کا ڈھلنا کربلا
درد سے اکبرؑ کا وہ پہلو بدلنا کربلا
بی بیاں ، بے وارثی ، خیموں کا جلنا کربلا
جیت ہے مظلوم ہی کی صبر کے ہر وار سے
ظلم کٹ جاتا ہے اکثر اپنی ہی تلوار سے

۵٦

اک سپاہی پر جو اُتری تھی وہ تیغِ آب‌دار
لافتیٰ اِلّا علیؑ ، لا سیف اِلّا ذوالفقار
یوں رہی ہے طاعتِ معصوم میں خدمت گزار
ایک ننھی سی بنائی قبر بھی انجامِ کار
کیوں نہ ہو یہ فدیۂ راہِ خدا کی قبر ہے
درحقیقت فاتحِ کرب وبلا کی قبر ہے

۵۷

لائے تھے اصغر کو شہ پانی پلانے کو مگر
خوں میں ڈوبی باپ کے ہاتھوں پہ تھی لاشِ پسر
جانتے بھی تھے کہ اس کا منتظر ہے گھر کا گھر
پر امانت سونپ دی مٹی کو تربت کھود کر
رن سے خالی ہاتھ جب خیمہ میں سرور جائیں گے
ماں اگر بچّے کو پوچھے گی تو کیا بتلائیں گے

۵۸

وہ سناں اور قلبِ ہم‌شکلِ پیمبرؑ دیکھیے
بازوئے شبیرؑ اور حلقومِ اصغرؑ دیکھیے
ضبطِ نفس و صبر عباسؑ دلاور دیکھیے
سر سے وہ کھینچی گئی زینبؑ کی چادر دیکھیے
وہ افق پر کربلا کے غم کی بدلی چھا گئی
دیکھیے پردیس میں شامِ غریباں آ گئی

۵۹

خون میں ڈوبی، بلا کی تیرگی کی شام ہے
تشنگی کی، بے بسی کی، بے‌کسی کی شام ہے
موت سے بدتر ہے ایسی زندگی کی شام ہے
دشتِ ناپُرساں ہے اور بے وارثی کی شام ہے
تین دن کی پیاس کے مارے بلکتے بھی نہیں
ظلم سے سہمے ہوئے بچے سسکتے بھی نہیں

۶۰

کیسے بچوں کو سنبھالے زینبِؑ خستہ جگر
جل گئے خیمے، حرم بیٹھے ہیں فرش خاک پر
کیا جلائے وہ دیا کوئی، جلا ہو جس کا گھر
بے ردائی میں اندھیرے نے کیا پردہ مگر
ہے بہت شامِ غریباں میں اندھیرا کام کا
جس نے پردہ رکھ لیا آلِ شہِؑ اسلام کا

۶۱

ہیں نہ اب عباسؑ اور نہ اکبرِؑ عالی جناب
اک جلے خیمے کی ہاتھوں میں لیے ٹوٹی طناب
اب طلایہ پھر رہی ہے صرف بنتِ بوترابؑ
بےکسوں کی شام ہے اور اشقیا ہیں بےحساب
دشت میں بےخوف بیٹھے ہیں غریبانِ حرم
شیر دل بیٹی علیؑ کی ہے نگہبانِ حرم

۶۲

تیرگیٔ شب میں یہ زینبؑ نے دیکھا ایک بار
ان کی جانب بڑھتا آتا ہے مسلسل اک سوار
جب قریب آیا نقابِ رُخ ہوا پھر آشکار
تب ہوئی یوں اس سے گویا، زینبِؑ عالی وقار
میں نواسی ہوں نبیؐ، کی دخترِ کرّار ہوں
نام ہے زینبؑ مِرا، میں قافلہ سالار ہوں

۶۳

لٹ گئی راہِ خدا میں آلِ محبوبؐ خدا
کوئی بھی باقی نہیں ہے اب مِرا چھوٹا بڑا
اِک مِرا سجّادؑ، سوغش میں ہے، تپ میں مبتلا
لٹ چکے اہلِ حرم کچھ بھی نہیں باقی رہا
بالیاں بچی کی اور رانڈوں کا زیور لٹ گیا
بی بیوں کی چادریں، عابدؑ کا بستر لٹ گیا

۶۴

میں نہ بھولوں گی کبھی بھائی کا اپنے چھوٹنا
دشت میں آلِ محمدؐ کا مقدر پھوٹنا
لوٹنے کو ظالموں کا بےکسوں پر ٹوٹنا
لوٹنا ہے گر تجھے بھی تو سحر کو لوٹنا
پیاس کی شدت سے سوتے روئے ہیں ابھی
روتے روتے میرے بچے تھک کے سوئے ہیں ابھی

۶۵

دفعتاً فارس نے اپنے پاؤں سے چھوڑی رکاب
سامنے زینبؑ کے اُلٹی اپنے چہرے سے نقاب
کربلا کی خاک پر اُترے فرس سے بوترابؑ
اپنے سینے سے لگا کر بولے زینبؑ سے شتاب
ہاں مِری بیٹی بڑے پردیس میں غم کھائے ہیں
چین سے سو اب ، نگہ بانی کو بابا آئے ہیں

۶۶

باپ کے قدموں سے زینبؑ نے لپٹ کر تب کہا
کیوں نہ آئے جب مرے بھائی کا کٹتا تھا گلا
کیوں نہ آئے تیر جب اصغرؑ کی گردن پر لگا
کیوں نہ آئے جیتے جی پامال جب قاسمؑ ہوا
کیوں نہ آئے خاک پر ٹھنڈا عَلَم ہوتا رہا
بھائی کا بازو پہ جب بازو قلم ہوتا رہا

۶۷

کیوں نہ آئے جب چھنے ننھی سکینہؑ کے گہر
کیوں نہ آئے جب لُٹیں سر کی ردائیں سربسر
کیوں نہ آئے جب چھنا بستر، تھا عابد خاک پر
کیوں نہ آئے جب جلے خیمے، ہوا برباد گھر
آئے ہو جب بھائی سے ہمشیر رن میں چھٹ گئی
آئے ہو جب ساری اماّں کی کمائی لٹ گئی

۶۸

اور کیا باقرؔ میں حالِ زینبِ مضطر لکھوں
باپ سے بیٹی کا شکوہ کیسے کاغذ پر لکھوں
گفتگو زینبؑ کی دل کا کرب میں کیوں کر لکھوں
حشر مجلس میں بپا ہے اور کیا محشر لکھوں
باپ سے بیٹی کے شکوے دل کو تڑپانے لگے
لکھتے لکھتے چشمِ نم میں ظلم لہرانے لگے